سوال

حدیث (مجھے کچھ لادو میں تمہارے لئے ایسی تحریر لکھوادوں کہ تم میرے بعد گمراہ نہ ہوسکوگے)

جواب

الحمد للہ

تمام تعریفیں اللہ کیلئے ہیں

سب سے پہلے اللہ تعالی سے دعا ہے کہ ہمیں، آپکو اور تمام مسلمانوں کو اطاعتِ الہی اور دین کی خدمت کرنے کی توفیق عنائت فرمائے۔

ہماری نصیحت ہے کہ آپ دین کے بنیادی عقائد ارکان اسلام اور ارکانِ ایمان کو پختگی سے تھام لیں، ایسے ہی کتاب وسنت کی سینکڑوں نصوص سے مستنبط شرعی وفقہی قواعد وضوابط اور مقاصدِ عامہ کو بھی اچھی طرح سمجھیں، انہی نصوص کے ذریعے اللہ تعالی نے دین کو ہمہ قسم کے تغیر وتبدّل سے محفوظ رکھا ہے، اور انہی کے ذریعے ہر شخص اپنے لئے حفاظتی حصار قائم کرسکتا ہے۔

فرمانِ باری تعالی ہے : (هُوَالَّذِي أَنْزَلَ عَلَيْكَ الْكِتَابَ مِنْهُ آيَاتٌ مُحْكَمَاتٌ هُنَّ أُمُّ الْكِتَابِ وَأُخَرُ مُتَشَابِهَاتٌ فَأَمَّا الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُونَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَاءَ تَأْوِيلِهِ وَمَا يَعْلَمُ تَأْوِيلَهُ إِلَّا اللَّهُ وَالرَّاسِخُونَ فِي الْعِلْمِ يَقُولُونَ آمَنَّا بِهِ كُلٌّ مِنْ عِنْدِ رَبِّنَا وَمَا يَذَّكَّرُ إِلَّا أُولُو الْأَلْبَابِ)

ترجمہ: وہی تو ہے جس نے آپ پر کتاب نازل کی۔ جسکی کچھ آیات تو محکم ہیں اور یہی (محکمات) کتاب کی اصل بنیاد ہیں اور دوسری متشابہات ہیں۔ اب جن لوگوں کے دل میں کجی ہے (پہلے ہی کسی غلط نظریہ پر یقین رکھتے ہیں) وہ فتنہ انگیزی کی خاطر متشابہات ہی کے پیچھے پڑے رہتے ہیں۔ اور انہیں اپنے حسب منشا معنی پہنانا چاہتے ہیں حالانکہ ان کا صحیح مفہوم اللہ کے سوا کوئی بھی نہیں جانتا۔ اور جو علم میں پختہ کار ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم ان (متشابہات) پر ایمان لاتے ہیں۔ ساری ہی آیات ہمارے پروردگار کی طرف سے ہیں۔ اور کسی چیز سے سبق تو صرف عقلمند لوگ ہی حاصل کرتے ہیں۔ آل عمران : 7

بچاؤ کا ذریعہ صرف کتاب ہی میں نہیں بلکہ عمومی طور پر تمام کے تمام علوم فطری طور پر محکم اور مضبوط بنیادوں قائم ہوتے ہیں، جنہیں اہل فن بخوبی جانتے ہیں، پھر کچھ بھی ان اصولوں کے مخالفت میں سامنے آئے انہیں کسی قسم کی مشکل پیش نہیں آتی، کیونکہ عقلی اور شرعی ہر اعتبار سے کسی بھی مسلّمہ قاعدہ کلیہ کو ٹامک ٹویاں مار کر گرایا نہیں جاسکتا۔

علمی شرعی میدان ہو یا انسانی علوم کا اس سوچ اور فکر کو پسِ پشت ڈالنے کی وجہ سے بہت سے مفکرین غلطیاں کرتے ہیں، آپکو کچھ ایسے لوگ بھی ملیں گے جو چند نصوص کو اپنی دلیل بنانے میں سیاق وسباق کا خیال نہیں کرتے اور اپنی ذاتی رائے میں قید ہوکر گفتگو کے اصل تناظر کو نظر انداز کردیتے ہیں کہ وہ کس تاریخی یا لُغوی تناظر میں کہی گئی ہے، جیسے بعض مستشرقین نے احادیث کے پورے خزانے کو مشکوک بنانے کی ناکام کوشش کی، یہ نہیں دیکھا کہ سینکڑوں ہزاروں صفحات جنہیں محدثین کرام نے اپنے خون پسینے کو ایک کرکے لکھا، احادیث مبارکہ کو من وعن پہنچانے کیلئے مال وعمر کی قربانی دی، اور اس گھناونی سازش کیلئے دلیل کیا دی! فلاں کی کتاب گم ہوگئی تھی، فلانے راوی پر تہمت لگائی گئی تھی، اور یہ کہ چند ایک روایات موضوع ہیں، انکی مثال تو اس بچے جیسی ہے جو سارے جہان کو اپنے والدین پر پرکھتا ہے، جب بھی کوئی خاتون نظر آئے وہ اسی اپنی ماں سمجھتا ہے، اور کسی مرد کو دیکھے تو ہمیشہ اپنے والد کو اس سے افضل جانتا ہے۔

دوسری بات:

اب آتے ہیں آپکے سوال کے جواب کی جانب، سابقہ بیان شدہ معتدل نظر سے دیکھیں، اور پھر صحابہ کرام کی شان میں نازل شدہ قرآن مجید کی دسیوں آیات اورانکے دل میں ذاتِ مبارکہ اور مقام نبوت پر دلالت کرنے والی سینکڑوں احادیث مبارکہ پر مسئلہ کو پرکھیں، پھر صحابہ کرام کی جا نثاری اور قربانیوں کے ذکر سے بھرپور سیرت پر لکھی گئی کتب کا مطالعہ کریں کہ صحابہ کرام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خاطر کیا کچھ کیا، اور آخر میں ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی اس حدیث کا مقارنہ کریں، امید ہے اس کے بعد آپکو کسی تفصیلی جواب کی ضرورت نہیں رہے گی، کیونکہ مذکورہ بالا قاعدہ اس بات کا متقاضی ہے کہ شبہات سے بچا جائے اور محکم کے سامنے سرِ تسلیم خم کیا جائے۔

شاطبی رحمہ اللہ نے "الموافقات" میں (3/260) کہا: "حالات وواقعات اور انفرادی معاملات کسی قاعدہ عامہ یا مطلقہ پر مؤثر نہیں ہوتے" اسکے بعد انہوں نے اس قاعدے کیلئے دلائل ذکر کرتے ہوئے بہت عمدہ گفتگو کی ہے، اس کو پڑھنا بھی مناسب ہوگا۔

دوسری بات:

مزید تسلی اور اطمینان کیلئے کچھ تفصیلی جواب بھی آپ کیلئے پیش خدمت ہے، اور یہ تفصیلی جواب کسوٹی کی حیثیت رکھتا ہے آپکو کوئی بھی شبہ لاحق ہو تو اس کسوٹی پر اسے پرکھیں۔

اس واقعے کا خلاصہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت بیماری کے دوران اپنے ارد گرد موجود صحابہ کرام سے کہا مجھے قلم وقرطاس لادو، کہ میں ایسی تحریر لکھوا دوں جس میں میرے بعد امت کیلئے راہنمائی ہو، آپ نے اس بات کی وضاحت نہیں کی۔

چنانچہ حاضرین مجلس میں بعض نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حالت کو دیکھا کہ آپ شدید تکلیف میں ہیں، تو انہوں نے کچھ تامل کیا، اور اپنی راہنمائی کیلئے قرآن مجید کافی سمجھا، اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشقت کی زحمت نہ دی، یہ عمر رضی اللہ عنہ تھے جیسے کہ صحیح بخاری (114) میں ہے: (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت شدید تکلیف ہے، اور ہمارے لئے اللہ کی کتاب کافی ہے)

لیکن دیگر صحابہ کرام نے تحریر کیلئے قلم وقرطاس حاضر کرنے کا اصرار کیا، تاکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمنا پوری کی جاسکے۔

اسکے بعد دونوں گروہوں میں کچھ اختلاف بھی ہوا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ دیکھ کر دوبارہ مطالبہ نہ کیا، اور پھر زبانی صحابہ کرام کو جامع وصیت کی جیسے کہ سوال میں بھی اسکا ذکر ہے۔

روایات کا یہی خلاصہ ہے، اس قصہ کو سمجھنے کیلئے سیاق وسباق کافی ہے، اور اس میں کسی کیلئے بھی کوئی اشکال پیدا نہیں ہوتا، لیکن بعض لوگ ہٹ دھرمی کرتے ہوئے اس بات پر مُصر ہیں کہ اس میں صحابہ کرام نے مقام نبوت پر زبان درازی کی ہے! اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو امت کیلئے پیغام پہنچانے سے روکا!!

یہ سوچی سمجھی سازش ہے، جو ہوس وشیطان ہی کی پیروی، اور الفاظ میں تحریف ہے، اسکی ایک چھوٹی سی دلیل یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات پر غیض وغضب میں بھی نہ آئے، جن لوگوں نے قلم وقرطاس لانے میں سستی کا اظہار کیا انہیں ڈانٹ بھی نہیں پلائی، پھر عام طریقہ کار کے مطابق اللہ تعالی نے بھی قرآن مجید میں انکا پول بھی نہیں کھولا، بلکہ کچھ نہ کہا اور انہیں برقرار رکھا، پھر نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی دوبارہ مطالبہ نہیں کیا۔

ان تمام باتوں سے پتہ چلتا ہے کہ بغضِ صحابہ سے بھرے لوگوں کی بیان شدہ تفصیلات کا اس واقعہ سے کوئی تعلق نہیں، بلکہ یہ ہلکا سا اختلاف تھا جیسے کہ پہلے بھی اس قسم کے اختلافات رونما ہوئے تھے، مثلا: حدیبیہ کے مقام پر جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے احرام کھولنے اور حلال ہونے کا حکم دیا تو انہوں کچھ تاخیر اس لئے کی کہ شاید عمرہ کرنے اور احرام نہ کھولنے کے بارے میں وحی نازل ہو جائے، ایسے ہی بدر کے قیدیوں کے بارے میں ہوا تھا، ان تمام مواقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم موجود تھے اسکے باوجود آپ نے خاموشی اختیار کی۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ "منہاج السنہ" میں صفحہ (6/26) پرکہتے ہیں: "اگر تحریر کرنا ضروری ہوتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کسی کی پرواہ کئے بغیر اسے ضرور لکھواتے اور بیان کرتے، آپ کے تحریر نہ کروانے سے پتہ چلتا ہے کہ تحریر کروانا ضروری نہ تھا، اگر ضروری ہوتا تو آپ ضرور لکھواتے۔ مختصراً

مازری رحمہ اللہ کہتے ہیں - جیسے کہ ان سے ابن حجر رحمہ اللہ نے فتح الباری صفحہ : (8/134) میں نقل کیا - "صحابہ کرام کیلئے کتابت کے معاملے میں اختلاف جائز تھا، حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صریح حکم بھی دیا، کیونکہ کبھی کبھی حکم کے ساتھ کچھ ایسے قرائن پائے جاتے ہیں جو اسے وجوب سے پھیر دیتے ہیں، تو اسلئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب کچھ ایسے قرائن صادر ہوئے جنکی بنا پر صیغہ امر کا وجوب ختم ہوکر اختیار میں تبدیل ہوگیا، اسکے بعد صحابہ کرام کے اجتہاد میں اختلاف پیدا ہوا کہ عمر رضی اللہ عنہ اپنی بصیرت کے مطابق منع کرنے پر مُصِر رہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات منوانے نے کیلئے نہیں کہی، اس لئے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارادہ یا تو وحی کے ذریعہ ہوتا ہے یا پھر اجتہاد کے ذریعے، اور آپ نے دوبارہ مطالبہ بھی یا تو وحی کی وجہ سے نہیں کیا یا پھر اجتہاد کی وجہ سے، اس بات میں شرعی مسائل میں اجتہاد کے قائلین کیلئے بھی دلیل ہے" انتہی

ڈاکٹر ابراہیم الرحیلی حفظہ اللہ اپنی کتاب "الانتصار للصحب والآل" میں کہتے ہیں :

"اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام کا آپس میں اختلاف نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو کو اپنے اجتہاد سے سمجھنے کی وجہ سے ہوا، بالکل بعینہ صحابہ کرام کے بعد علمائے امت سے بھی نصوص کو سمجھنے کیلئے اجتہاد کرتے ہوئے غلطیاں ہوئی ہیں جسکی وجہ سے ایک مسئلہ میں مختلف اقوال منقول ہیں، چنانچہ کسی عالم کو اس اختلاف کے باعث مذمت کا نشانہ نہیں بنایا گیا کیونکہ اجتہاد میں غلطی ہونے پر کوئی حرج نہیں آتا اس پر بہت سے دلائل موجود ہیں، بلکہ ان علماء اجتہاد کو بیان کیا گیا، تو صحابہ کرام کو ایک جزئی مسئلہ میں اختلاف کے باعث کیوں مذمت کا نشانہ بنایا جاتا ہے، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں معذور سمجھتے ہوئے ڈانٹا بھی نہیں، بلکہ کتابت سے منع کرنے والے گروہ کی بات مانتے ہوئے کسی قسم کی تحریر نہیں لکھی، پھر اسکے ساتھ ساتھ یہ بھی کہ تمام اہل سنت اور رافضیوں کے نزدیک آپ اس واقعہ کے بعد بھی چند دن زندہ رہے لیکن آپ نے کوئی تحریر نہیں لکھوائی حالانکہ اگر آپ کتابت کا پختہ عزم کرتے تو کوئی بھی آپکو منع نہیں کر سکتا تھا"

تیسری بات :

ایک روایت کے الفاظ (أهجر؟! استفهموه) کی بنیاد پر یہ کہنا کہ کچھ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر بہک جانے کا الزام لگایا، اس قصہ میں ایک اور جھوٹ اور افتراء بازی ہے، اسکی وضاحت یہ ہے کہ :

زیادہ سے زیادہ (أهجر؟!) میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے بہکی ہوئی بات صادر ہونے میں شک ہے - "ہجر" کا مطلب ہے غیر واضح گفتگو - یہ بات یقینی طور پر نہیں کہی گئی، چنانچہ تمام محدثین کے ہاں جس روایت میں صیغہ استفہام آیا ہے وہی درست ہے، مثلا : قاضی عیاض "الشفا" (2/886) میں، قرطبی، "المفهم" (4/559) میں، نووی "شرح مسلم" (11/93) میں اور ابن حجر "فتح الباری" (8/133) میں بیان کرتے ہیں، جبکہ استفہام شک پر دلالت کرتا ہے یقین پر نہیں۔

پھر اسکے بعد ہم کہتے ہیں کہ یہ شک بھی درست نہیں ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ایسی بات سوچنا مناسب نہیں، چونکہ یہ شک ایک شبہ کی وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ سلم سخت بیمار تھے، آپکو عام لوگوں سے دُگنا بخار تھا، جسکی وجہ سے کئی بار آپ پر غشی بھی طاری ہوئی، یہ سب کچھ صحیحین میں موجود ہے، چنانچہ ان الفاظ کو کہنے والے نے سمجھا - روایت میں اسکا نام نہیں ہے، صحیح روایات میں مبہم ہے - کہ سخت بیماری نے آپکو یہاں تک پہنچا دیا ہے، حالانکہ اسکا یہ گمان درست نہیں، اگرچہ سیاق و سباق کے ذریعے اس قائل کیلئے عذر ثابت کیا جا سکتا ہے۔ دیکھیں : "منهاج السنة النبوية" (6/24)

یہی وجہ ہے کہ ہمیں کسی بھی روایت میں حاضرینِ مجلس کی جانب سے اس بات کے کرنے والے کو سرزنش کرنے کا تذکرہ نہیں ملتا، بلکہ خود ان الفاظ کے راوی ابن عباس - جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی ہیں - ان الفاظ کے قائل پر بغیر کسی تحفظ ظاہر کئے انکو بیان کیا، کیونکہ آپ اس شخص کو شدید پریشانی کے باعث معذور سمجھتے تھے، ویسے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ہاں سب سے محبوب ترین شخصیت تھے۔

ایسے ہی یہاں ایک اور ممکنہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ قائل نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سخت بیمار ہونیکی وجہ سے غم میں مدہوش ہوکر کہی ہو، اور اس دوران اسے پتہ ہی نہ چلا ہو کہ وہ کیا الفاظ کہہ رہا ہے، یہ کتنے گہرے الفاظ ہیں، بالکل ایسے ہی جیسے عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع آپکی وفات کا ہی انکار کردیا، اور یہ سمجھے کہ آپ فوت ہونے کے بعد دوبارہ واپس آئیں گے۔

قرطبی "المُفہم"(4/560) میں کہتے ہیں :

"اور یہ بھی احتمال ہوسکتا ہے کہ : قائل نے یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچنے والی شدید تکلیف کی وجہ سے مدہوشی اور ورطۂ حیرت میں جا کر کہی ہو، جیسے کہ عمر اور دیگر صحابہ کرام کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقع پر ہوا" انتہی

ایسے ہی شیخ عثمان الخمیس اپنی کتاب "حقبۃ من التاریخ" (ص/318-321) میں کہتے ہیں کہ : "رافضیوں کا اس حدیث کی بنیاد پر اصحاب رسول کو طعن و تشنیع کا نشانہ بنانا جھوٹی تہمت پر قائم ہے کہ عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا : "اِن رسول اللہ یہجر" کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں، یہ عمر رضی اللہ عنہ پر صراصر بہتان ہے ، عمر رضی اللہ عنہ نے قطعاً یہ نہیں کہا کہ آپ بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں، بلکہ صحیحین وغیرہ کی روایت کے مطابق عمر رضی اللہ عنہ نے کہا تھا کہ "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید تکلیف کا غلبہ ہے "آپ نے یہ اسوقت کہا جب مرض الموت انتہائی شدت اختیار کرچکا تھا، اس شدت کی وضاحت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت بھی کرتی ہے کہ جب آپ کو غشی طاری ہونے کے بعد کچھ افاقہ ہوا تو آپ نے پوچھا : "کیا لوگوں نے نماز ادا کرلی ہے ؟ "عائشہ نے جواباً کہا : اللہ کے رسول لوگ آپکے انتظار میں ہیں، آپکیلئے پانی لایا گیا اور آپ نے غسل کیا، پھر آپ نماز کیلئے کھڑے ہونے لگے لیکن آپ پر غشی طاری ہوئی اور آپ گر گئے، پھر آپکو کچھ افاقہ ہوا، پوچھا : "کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ؟ "انہوں نے کہا : اللہ کے رسول! لوگ آپ کی انتظار میں ہیں، آپ نے فرمایا : "پانی میرے قریب کردو" چنانچہ پانی لایا گیا، اور آپ نے غسل فرمایا، پھر دوبارہ نماز کیلئے اٹھ کر جانے لگے تو گر گئے، پھر تیسری بار بھی یوں ہی ہوا، جب افاقہ ہوا تو آپ نے پوچھا : "لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے ؟ "انہوں نے کہا : آپکا انتظار کر رہے ہیں، آپ نے فرمایا : "ابو بکر کو کہو لوگوں کو نماز پڑھائے "متفق علیہ

حاضرین میں سے کسی نے یہ ضرور کہا ہے کہ "اَہجر "کیا آپ بہکی ہوئی بات کر رہے ہیں، لیکن اس بات کے قائل عمر نہیں ہیں۔

عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ آپ کو بخار کی وجہ سے شدید تکلیف ہے، تو شفقت بھرے انداز میں کہا : یا رسول اللہ! آپکو بہت ہی شدید بخار ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا : "ہاں مجھے تم میں سے دو آدمیوں کے برابر تکلیف ہو رہی ہے " تو ابن مسعود کہنے لگے : کیا یہ اس لئے ہے کہ آپکو دوہرا اجر ملے گا ؟ فرمایا : "ہاں" متفق علیہ، چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بخار کی وجہ سے شدید تکلیف تھی، اسی لئے جب عمر رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سنا : "میرے پاس لاؤ، میں تمہیں تحریر لکھوا دیتا ہوں" تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے شفقت بھر انداز میں کہنے لگے : رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تکلیف کا غلبہ ہے ، آپکو مزید تکلیف مت دو، ہمیں اللہ کی کتاب کافی ہے۔

یہ بات فرمانِ الہی : (الیوم أکملت لکم دینکم وأتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الإسلام دینا) ترجمہ : "آج کے دن میں نے تمہارے لئے دین مکمل کردیا اور اپنی نعمتیں بھی پوری کردی ہیں اور تمہارے لئے اسلام کو بطورِ دین پسند کرلیا ہے " کے بالکل موافق ہے، ایسے ہی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا تھا : "اللہ کی قسم! میں نے تمہیں جنت کے قریب کرنے والی تمام اشیاء سے باخبر کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی، اسی طرح اللہ کی طرف سے کئے جانے والے تمام احکامات پر تمہیں عمل کا حکم بھی دے دیا، اور جس شیء سے اللہ نے تمہیں روکا ہے میں نے تمہیں اس سے روک دیا ہے " نسائی حدیث نمبر (2719) چنانچہ دین سے متعلقہ کوئی چیز بھی باقی نہیں رہی، جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ بتلائی ہو۔

پھر یہ کونسی سی تحریر تھی جو آپ لکھوانا چاہتے تھے ؟

اسکی وضاحت کیلئے علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں : (ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تھے، آپ نے مجھے حکم دیا کہ میں کندھے کی ہڈی لیکر آؤں، تاکہ اس میں ایسی تحریر لکھ دیں جسکی وجہ سے امت آپ کے بعد گمراہ نہ ہو۔ علی رضی اللہ عنہ نے کہا : "مجھے ڈر لگا کہ کہیں میرے کچھ لانے سے پہلے آپ فوت نہ ہوجائیں"، چنانچہ میں نے کہا : "یا رسول اللہ! میں اچھی طرح یاد کرسکتا ہوں بھولوں گا نہیں"، پھر آپ نے فرمایا : "میں تمہیں نماز، زکاۃ، اور تمہارے تحت کام کرنے والوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں")
بیہقی (5/17)، مسند احمد (1/90)

چنانچہ اگر زبان درازی کرتے ہوئے رافضہ یہ کہیں کہ صحابہ کرام نے حکم عدولی کرتے ہوئے کتابت کیلیئے کچھ نہ لائے ، تو ہم کہتے ہیں کہ : علی رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے حکم عدولی کی، کیونکہ انہیں براہِ راست رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ لکھنے کیلیئے کچھ لے آو، تو علی رضی اللہ عنہ کیوں نہیں لے کر آئے ؟ لہذا اگر صحابہ کرام کو زبان درازی کا نشانہ بنانا ہے تو علی رضی اللہ عنہ کو بھی نشانہ بنائے جائے !!

اور حق بات یہ کہ کسی کو بھی ملامت کا نشانہ نہیں بنایا جائے گا، اسکی کئی وجوہات ہیں :

1- علی رضی اللہ عنہ نے اس حدیث میں خود کہا : "مجھے ڈر لگا کہ کہیں میرے کچھ لانے سے پہلے آپ فوت نہ ہوجائیں، چنانچہ میں نے کہا : "یا رسول اللہ! میں اچھی طرح یاد کر سکتا ہوں بھولوں گا نہیں" ، پھر آپ نے فرمایا : "میں تمہیں نماز، زکاۃ، اور تمہارے تحت کام کرنے والوں کے بارے میں وصیت کرتا ہوں" اس روایت میں جس بات کو لکھوانے کا ارادہ تھا وہ آپ نے زبانی فرما دی۔

2- نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جس تحریر کا ارادہ کیا تھا اسکی دو حالتیں ہو سکتی ہیں، کہ تحریر کروانا آپ پر واجب تھا یا پھر مستحب، اگر یہ کہیں کہ آپ پر تحریر کروانا واجب تھا، تو اسکا مطلب ہے کہ آپ نے مکمل شریعت نہیں پہنچائی، اور یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر شدید طعن ہے بلکہ اللہ عزوجل کے بارے میں بھی کہ جس نے فرمایا : (الیوم أکملت لکم دینکم) ترجمہ : آج میں نے تمہارے لئے دین مکمل کر دیا ہے ، اور اگر وہ کہیں کہ تحریر کروانا مستحب تھا !! تو ہم کہتے ہیں کہ ہم سب اسی کے تو قائل ہیں۔

3- صحابہ کرام نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا خیال کرتے ہوئے رُکے تھے، نہ کہ نافرمانی کرتے ہوئے۔ انتہی

واللہ اعلم.